پاکستان اقلیتوں کا مقتل

آنسہ قراۃ العین تاج

فہرست

مقدمہ:

جو ملک اقلیتوں کے مطالبے پر بنا وہاں اقلیتیں غیر محفوظ کیوں ہیں؟

پیش لفظ:

پاکستان اقلیتوں کا مقتل۔۔آنسہ قراۃ العین تاج

فہرست

۱۔کہانی جس کا ورق ورق خونچکاں ہے

۲۔ پاکستان میں شیعہ برادری سے تعلق رکھنے والے افراد کو اپنے فرقے کے متعلق کس طرح کی باتیں سُننا پڑتی ہیں؟

۳۔ پاکستان میں شیعہ سنی فسادات کا خطرہ

۴۔اہل تشیع / ہزارہ / اسماعیلی برادری پر حملے

۵۔دوسو پچانوے سی اقلیتوں کے خلاف ڈیتھ وارنٹ

۶۔ پاکستان میں احمدیوں کی نسل کشی ہو رہی ہے

۷۔تحریک لبیک احمدیوں کا قتل عام کرانے کی جانب گامزن

۸۔حل کیا ہے؟

۹۔ہجوم نما اس قوم کو انسانت کا درس دینا ہوگا

۱۰۔انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے متبادل بیانیے کی اشد ضرورت

۱۱۔ پاکستان کی بقا اقلیتوں کے تحفظ سے مشروط ہے

میں نے یہ کتاب کیوں لکھی؟؟

میرا بچپن وفاقی دارالحکومت اسلام آباد میں گذرا ۔والدین نے بچپن سے ہی سوال پوچھنے کا عادی بنایا کہ جب اور جہاں سمجھ میں باتیں نہ آئیں پوچھا کرو اور جب بھی سوال کیا والد صاحب نے بہت سکون سے سمجھایا جس سے میری ہمیشہ حوصلہ افزائی ہوئی۔گھر کے پاس ہی ایک سرکاری سکول میں تعلیم حاصل کی۔ہمارے پڑوس میں ایک آنٹی رہتی تھیں جو قادیانی مذہب سے تعلق رکھتی تھیں پورا محلہ ان سے دور رہتا مگر انسانیت کے ناطے میرے والد صاحب کا حکم تھا کہ ان کا ہر کام کرنا ہے جس کے سبب ہمارا ان کے گھر آنا جانا بھی رہتا چونکہ وہ ایک سرکاری سکول میں عربی کی استاد تھیں تو ہمارے اسکول کی عربی کی ٹیچرز کا بھی آنٹی کے ہاں آنا جانا ہوتا ہمارے اسکول کی مس ساجدہ کو معلوم تھا کہ میں بھی آنٹی کے گھر آتی ہوں اس لئے انھوں نے پورے اسکول میں یہ مشہور کر دیا کہ اس لڑکی سے دور رہو یہ قادیانی مذہب کی ہے ایک مرتبہ میری کلاس ٹیچر نے قرآن خوانی کے دوران مجھے سپارہ پڑھنے سے منع کر دیا میں بہت شرمندہ ہوئی کہ میں نے کون سا گناہ کیا ہے جو نہ پڑھوں خیر میں نے ہمت کی اور سوال کیا کہ میں کیوں نہ پڑھوں تو مس نے پوری کلاس کے سامنے کہا کیونکہ "تم قادیانی ہو" یہ جملہ جب کلاس نے سنا تو سب نے مجھے ایسے گھورا جیسے میں اچھوت ہوں غصہ کو قابو کرتے ہوئے میں نے ٹیچر سے کہا آپ یہ ثابت تو کریں پہلے کہ میں قادیانی ہوں ان کے الفاظ تھے کہ مس ساجدہ نے بتایا ہے میں فوراً سمجھ گئی اور کہا کہ جن کے گھر جانے سے میں قادیانی بن گئی ہوں مس ساجدہ بھی وہاں جاتی ہیں وہ کیا ہوئیں پھر؟ خیر گھر آ کر ابو کو بتایا انھوں نے پرنسپل کو شکایت کی تو کلاس ٹیچر نے آئندہ مجھے کبھی نہیں ٹوکا۔مگر میرے ذہن میں یہ واقعہ ہمیشہ کے لئے ثبت ہو گیا۔جب صحافت کے میدان میں

قدم رکھا تو جگہ جگہ مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کو تکلیف دہ رویوں کو برداشت کرتے دیکھا جس نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کیا کہ پاکستانی پرچم میں سفید رنگ آخر اقلیت کی علامت ہے یا نفرت کی؟ کیا پاکستان کے وجود میں آنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم اقلیتوں کو کم تر درجہ دیں؟ آخر یہ آزادی صرف ہم مسلمانوں کا حق ہی کیوں؟ کیا دیگر مذاہب کو یہاں کھل کر جینے کی آزادی کبھی مل پائے گی؟ کیا اقلیتوں کو کوئی بھی جب چاہے گا قتل کر کے بری ہو جائے گا؟ کیا ہمارا دین مذہب ہمیں یہ سکھا تا ہے کہ ہم اقلیتوں کے لیے زمین اتنی تنگ کر دیں کہ وہ خود کہیں چلے جائیں؟ کیا اسلام کی نام لیوا تحاریک صرف اپنے مفاد کے لئے ملک میں فساد برپا کر رہی ہیں؟ بہت سے سوالات ہیں جن کا جواب میرے پاس تو نہیں شائد میری یہ ادنی سی کاوش پڑھ کر آپ سمجھ سکیں کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے ہیں۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے اور ہمیں انسان اور انسانیت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعا گو

آنسہ قراۃ العین تاج

پاکستان اقلیتوں کا مقتل

پڑھنے والوں کو ممکن ہے کہ یہ عنوان کچھ عجیب سا لگے اور ہو سکتا ہے کہ ان میں سے زیادہ تر ناراض ہو کر مجھے اسلام دشمن، غدار وطن اور غیر ملکی این جی اوز ایجنٹ وغیرہ کہہ کر قابل گردن بھی زدنی قرار دے دیں کیونکہ ریاستی بیانیہ انہیں کچھ اور کہانی سناتا ہے، ریاستی بیانیے کے مطابق پاکستان ایک ایسی اسلامی جمہوریہ ہے جس میں آئین سب سے مقدس دستاویز ہے اور کسی کو اس کی خلاف ورزی کی اجازت نہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا وہ غدار کہلائے گا اور اس جرم ہیں اسے موت کی سزا دی جائے گی، آئین میں یہ بھی قرار دیا گیا ہے کہ بلا تفریق مذہب، عقیدہ، رنگ و نسل اور زبان تمام پاکستانی شہریوں کے حقوق برابر ہیں یعنی مسلمان اکثریت کو غیر مسلم پاکستانی اقلیتوں پر کوئی فوقیت حاصل نہیں۔ یہ وہ مثالی نقشہ ہے جو ریاست کے پالیسی ساز اور جغرافیائی کے ساتھ ساتھ اب بزعم خود نظریاتی سرحدوں کے محافظ ہر سطح اور فورم پر کھینچتے نظر آتے ہیں، اسے جھٹلانے کا مطلب ہے کہ آپ گئے، کہاں گئے؟ اس کا پتہ نہیں چلتا، اگر آپ نے بروقت خطرے کی بو سونگھ لی اور بھاگ نکلے، تب بھی آپ کا گرم تعاقب کیا جائے گا، ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ دنیا کے محفوظ ترین معاشروں میں بھی ایسے لوگوں کو تحفظ نہ مل سکا اور انہیں ناکردہ گناہ کی سزا دے دی گئی، یہی سبب ہے کہ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی لوگ یہ تاثر دینے پر مجبور ہیں کہ انہوں نے کچھ نہیں دیکھا۔

پاکستان میرا وطن ہے، میرا خمیر اسی خاک سے اٹھا ہے، مجھے اس سے بے پناہ محبت ہے مگر یہاں اسلام اور جمہوریت کے نام پر ملکی مفاد کی آڑ میں انسانیت کا جو مذاق اڑایا جا رہا ہے وہ بحیثیت انسان میرے لئے بہت تکلیف دہ اور ناقابل برداشت ہے، مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ یہ ریاست شدت پسندی کے واحد ستون پر کھڑی ہے، باقی تین ستون یعنی مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ صرف دھوکہ

ہیں، رہ گئی صحافت جسے ریاست کا چوتھا ستون کہا جاتا ہے تو اس پر بھی اب سیٹھوں کا قبضہ ہے، رہے نام اللہ کا، نتائج سے بے پروا کچھ اہل قلم آج بھی ضمیر کا سودہ کرنے پر تیار نہیں، بقول رانا سعید دوشی میرا کرب یہ ہے کہ میں چپ رہا تو مجھے مار دے گا میرا ضمیر گواہی دی تو عدالت میں مارا جاں گا مجھے دونوں صورتیں قبول نہ ہوئیں لہذا خود ساختہ جلاوطنی اختیار کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا، کتاب لکھنے کا مقصد صرف اور صرف اسلامی جمہوریہ پاکستان کے پالیسی سازوں کو یہ احساس دلانا ہے کہ وہ اس ملک کو انسانوں کے رہنے کے قابل رہنے دیں۔ یہ ریاست ہی ہوتی ہے جو اپنے شہریوں کا مزاج تشکیل دیتی ہے اور رویے طے کرتی ہے، وہ چاہے تو انہیں امن پسند اور قانون کا احترام کرنے والا بنا دے اور اگر وہ بدمعاش ریاست ہے تو انہیں بدمعاش بنا دے، میری دیانت دارانہ رائے یہ ہے کہ پاکستان فلاحی نہیں بلکہ دوسری قسم کی ریاست ہے جہاں اول تو ہجوم خود ہی کسی کو سزا دینے کا فیصلہ کرتا ہے یا ہجوم کی منشا کے مطابق فیصلے کیے جاتے ہیں، ریاست مذہب کے نام پر طاقت ور مسلح جتھوں کو تحفظ فراہم کرتی ہے اور پھر یہی جتھے ریاست کے لیے جب خطرہ بنے لگیں تو انہیں کچل دیا جاتا ہے۔

یہ ایک واضح پیغام ہے کہ ریاست کو مت للکارو، البتہ کمزور مذہبی اقلیتوں کے ساتھ جو سلوک چاہو کرو تمہیں کھلی چھوٹ ہے، اس صورتحال نے مجھے سخت مایوس کیا ہے۔ میں نے اس کتاب میں جو کچھ بھی شامل کیا وہ پوری نیک نیتی سے کیا، اگر میرے دیس میں مذہب کے نام پر مسلط سیاہ رات ڈھلی اور انسانیت کا سورج طلوع ہوا تو میں واپس لوٹ آں گی، پارلیمان میں اگر ایسے لوگ آئے اور ایسی حکومت تشکیل دے سکے جو قانون کا یکساں نفاذ ممکن بنا پائی تو میں آ کر سرزمین وطن کے ماتھے پر بوسہ ضرور دوں گی، عدلیہ میں ایسے منصف ہوئے جو" مناسب یا ضمیر کے مطابق ’’ کی جگہ آئین کے مطابق فیصلے دینے والے ہوئے تو میرے لئے اپنی خاک کو وہاں واپس لانا اعزاز ہوگا جہاں سے میرا خمیر اٹھا ہے، بقول رفیع رضا۔ ہم نے مڑ مڑ کے اسی خاک

وطن کو دیکھا اور نہ جاتے ہوئے غدار کہاں دیکھتے ہیں ملک کو شدت پسندی کی دلدل میں دھکیلنے والے منافق جنرل ضیا کی طرف سے مذہبی طبقے کو ملنے والا توہین مذہب جیسے متعصّبانہ قانون کا ہتھیار واپس لینے تک پاکستان کو مہذب ریاست کہلانے کا کوئی حق نہیں، اگرچہ بربادی پھیلانے والے ہتھیاروں کا کوئی عقیدہ نہیں ہوتا لیکن مجھے کوئی اعتراض نہیں کہ اگر اسے واحد اسلامی ایٹمی ریاست کہا جائے، اس پر بھنگڑا ڈالا جائے یا بغلیں بجائی جائیں۔

دنیا کی ساتویں بڑی اور اسلامی فوج ہونے کا ڈھنڈورا پیٹا جائے مگر میرے اور میرے وطن کے لئے مذہبی اقلیتوں کا مقتل ہونا ہرگز فخر کی بات نہیں۔ میرا ایمان ہے کہ آج نہیں تو کل میرے وطن کے باشعور لوگ مذہبی اقلیتوں کے خلاف شدت پسند مسلم طاقت ورجتھوں کو الائسنس ٹوکل'' دینے کے پس پردہ ہماری بدمعاش ریاست کی حکمت عملی کو ضرور سمجھ جائیں گے اور پھر سناٹا بولے گا، جس روز پاکستان میں توہین مذہب کا یکطرفہ اور متعصّبانہ قانون منسوخ ہوگا اس دن انسانیت جی اٹھے گی الحمداللہ میں مسلمان ہوں، تمام مذاہب کا احترام کرتی ہوں اور ہرگز اس بات کی حامی نہیں کہ کسی بھی مذہب کی توہین یا اس کے ماننے والوں کی دل آزاری کی جائے، اس حوالے سے اقوام متحدہ کو اسلاموفوبیا کے خلاف بھی فوری قانون سازی کرنی چاہیے لیکن عقیدے کے اختلاف پر کسی انسان کی جان لینا ہرگز انصاف نہیں۔ مجھے اس کتاب کی اشاعت سے روکنے کے لئے جان سے مارنے کی دھمکیاں دی جارہی ہیں۔

آنسہ قرۃ العین تاج

کہانی جس کا ورق ورق خونچکاں ہے

موجودہ منظر نامہ ناسا کی جیمز ویب ٹیلی اسکوپ کی طرح ماضی کا جائزہ لینے سے پہلے مناسب ہوگا کہ تازہ ترین صورتحال کا جائزہ لیا جائے، رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ، مسلم اکثریت روزے رکھ رہی ہے اور خشوع وخضوع سے نمازیں اور تراویح پڑھی جا رہی ہیں، غیر مسلم دنیا نے اپنے مسلمان شہریوں کے لئے تمام ضروری اشیا کی قیمتیں کم کردی ہیں لیکن پاکستان میں ایسا کرنا بہت بڑا جرم ہے، پشاور میں سردار دیال سنگھ نے یہی گناہ کیا تھا، گراں فروش مافیا نے ان کی جان لے لی، کراچی میں ایک معروف ہندو ڈاکٹر کو فائرنگ کر کے جان سے مار دیا گیا، پھر بھی اقلیتوں کو تحفظ دینے کا شرمناک دعوی برقرار ہے۔ اپنی بات کا آغاز یہاں سے کر رہی ہوں کہ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح نے سر ظفر اللہ خان کو ملک کا پہلا وزیر خارجہ مقرر کیا جو مرزا غلام احمد کے پیروکار اور قادیانی تھے، 1940 میں انہوں نے قرارداد پاکستان کا مسودہ تیار کیا تھا تو پھر ابھی تک اس حوالے سے ریاست نے بابائے قوم کے خلاف بعد از مرگ کوئی مقدمہ کیوں نہیں چلایا؟ ممکن ہے مادر ملت محترمہ فاطمہ جناح کی کردار کشی اسی انتقامی سلسلے کی کڑی رہی ہو۔ ایک گناہ ان کا یہ بھی تھا کہ وہ مملکت کی ذمہ داریوں اور شہریوں کے عقیدے کو الگ الگ رکھنا چاہتے تھے، یہ ایک کھلا راز ہے کہ زیارت سے ایک کھٹارا ایمبولینس کے ذریعے ملک کے گورنر جنرل کو کراچی لانے کا مقصد ان کی جان لینا تھا، وہ کسمپرسی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوئے تو ملک ہائی جیک ہوگیا، پھر مشرقی پاکستان میں رہنے والی اکثریت نے مغربی پاکستان کی اقلیت سے آزادی حاصل کی، ملک کے دو ٹکڑے ہو گئے لیکن مغربی پاکستان میں دھرتی سے غداری اور انگریز سے وفاداری کے صلے میں ملنے والی جاگریں محفوظ ہوگئیں، لوٹ مار بند ہونے کا ڈر جاتا رہا اور پھر ضیا کا طویل تاریک دور مسلط ہوگیا۔ 1973 کے متفقہ دستور کے خالق ذوالفقار علی بھٹو بھارت کی قید سے جنگی قیدی آزاد کرانے اور ملک کو ایٹمی طاقت بننے کی راہ پر گامزن کرنے کے بعد مذہبی طبقے اور اس کے پس پشت پناہ گاہوں کے دبا میں آکر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے چکے تھے، کمزور

جمہوریت پر ضیا کے شب خون نے جلتی پر تیل کا کام کیا، اس نے افغانستان میں سابق سوویت یونین کے خلاف کرائے پر امریکہ کی جنگ لڑنے کے لئے جہاد کا نعرہ بلند کیا لیکن مذہبی طبقے کی حمایت کے بغیر پاکستان کو اس پرائی آگ میں دھکیلنا ممکن نہیں تھا، خطے میں ہماری سرحدوں پر بیک وقت دو تبدیلیاں رونما ہوئیں، ایران میں شہنشاہت کا خاتمہ اور آیت اللہ خمینی کی قیادت میں شیعہ انقلاب جس نے خطہ عرب میں خطرے کی گھنٹی بجادی اور دوسری طرف افغانستان میں کمیونسٹوں کی دعوت پر روسی فوجوں کی آمد، گویا بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا کے مصداق ضیا کی باچھیں کھل گئیں، امریکہ سے ڈالروں اور سعودی عرب سے ریال کی برسات ہونے لگی لیکن لاکھوں افغان مہاجرین کی آمد نے پاکستانی معاشرے کے تارو پور بکھیر دیے۔ یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ جنرل ضیا اپنے حلف سے تارو پور روگردانی اور آئین سے غداری کا ارتکاب نہ کرتا تو ملک میں کاشنکوف کلچر آتا نہ ہیروئن کے نشے کی لعنت، سنی شیعہ فرقہ وارانہ فسادات ہوتے اور نہ ہی معاشرہ منافقت سے آشنا ہوتا، نہ ہی آئین میں دوسو پچانوے سی کی آمرانہ شق شامل ہوتی اور نہ ہی مذہبی اقلیتوں سمیت مسلمانوں پر مصیبت نازل ہوتی، اس کی آڑ لے کر موقع پرستوں نے اپنے مخالفوں کو فکس کیا، مذہبی اقلیتوں پر توہین رسالت کے جھوٹے الزامات لگا کر ان کی جائیدادوں پر قبضے کیے، بستیوں کی بستیاں جلا دیں، ان الزامات کی زد میں زیادہ تر مسیحی برادری اور احمدی آئے جبکہ ہندو آبادی پر قہر کچھ اور طرح سے ٹوٹا اور ہنوز یہ سلسلہ جاری ہے، ان کی بالغ اور نابالغ بچیوں کو اغوا کر کے زبردستی مسلمان بنانا اور نکاح کر لینا معمولی بن چکا ہے، یہودی خاندان پارسی بن کر رہ رہے ہیں اور محفوظ پارسی بھی نہیں۔ مذہبی اقلیتوں کے خلاف شدت پسند مسلم جتھوں کی کارروائیاں اور ریاست کی طرف سے ان جتھوں کی پشت پناہی کھلا راز ہے، تعصب اور منافقت کی انتہا ہے کہ توہین رسالت کے الزام میں مقدمہ درج ہو جائے تو الزام ثابت ہونے سے پہلے عام طور پر ہجوم قانون کو ہاتھ میں لے کر ملزم کی جان لے لیتا ہے، حال ہی میں ننکانہ صاحب میں پولیس اسٹیشن کے اندر ہی ایک بے گناہ کی جان لے لی گئی جبکہ الزام ثابت نہ ہونے کی صورت میں جھوٹے مدعی کے خلاف یہی قانون استعمال کرنے کی اجازت نہیں، مذہبی طبقہ ایسی کسی بھی ترمیم کا سخت مخالف ہے اور ذکر چھڑتے ہی مرنے مارنے پر تل جاتا ہے۔

پاکستان میں شیعہ برادری سے تعلق رکھنے والے افراد کو اپنے فرقے کے متعلق کس طرح کی باتیں سُننا پڑتی ہیں؟

’شیعہ کیا گھوڑے کی پوجا کرتے ہیں؟‘ ’کیا حلیم میں سنّی بچوں کا گوشت ملا ہوتا ہے؟‘ ’کیا تم لوگ سبیل کے پانی میں تُھوکتے ہو؟‘ ’یار، بُرا نہ ماننا لیکن ٹیچر کہہ رہی ہیں کہ تمھیں پہلا کلمہ پورا نہیں آتا۔ ذرا سُنا دو گی؟‘ پاکستان میں شیعہ برادری سے تعلق رکھنے والے بہت سے بچے اِس طرح کے سوالات اور باتیں سُنتے ہوئے بڑے ہوتے ہیں۔ اور کچھ کے لیے یہ سلسلہ بڑے ہونے کے بعد بھی جاری رہتا ہے۔ شیعہ فرقے سے تعلق رکھنے والے مسلمان پاکستان کی آبادی کا تقریباً 20 فیصد حصّہ ہیں اور یہ لوگ اکثر خود کو حملوں اور توہینِ مذہب جیسے الزامات میں گھرا ہوا پاتے ہیں۔

رواں سال جنوری اور گذشتہ سال یعنی 2020 میں کئی ایسے واقعات پیش آئے ہیں جہاں کالعدم تنظیموں سے تعلق رکھنے والے افراد نے کھلِ عام شیعہ فرقے سے تعلق رکھنے والے افراد کے خلاف مظاہرے کیے۔ اس قسم کے زیادہ تر مظاہرے کراچی، کوئٹہ اور پنجاب کے کچھ علاقوں میں دیکھنے میں آئے۔

ایک اندازے کے مطابق 2001 سے لے کر آج تک پاکستان میں 2600 شیعہ افراد مختلف حملوں اور ٹارگٹ کلنگ میں ہلاک ہوئے ہیں۔ ان حملوں کی ایک بڑی وجہ اس کمیونٹی کے خلاف نفرت آمیز مواد اور دقیانوسی خیالات

ہیں جو معاشرے کے ایک طبقے میں رائج ہیں۔

دستیاب نفرت آمیز مواد اُن حملوں کا جواز بتائی جاتی ہیں جو اس کمیونٹی کی مساجد اور لوگوں پر کالعدم تنظیموں یا دہشت گرد تنظیموں کی طرف سے کیے جاتے ہیں۔

اسی لیے ہم نے چند خواتین سے یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ اُن کے لیے پاکستان میں بطورِ شیعہ مسلم بڑا ہونا کیسا رہا؟ ان میں سے بیشتر کا تجربہ مختلف رہا ہے۔ کسی کو دوست اچھے ملے، کسی کو رشتہ دار یا پھر کسی سے گھر والوں نے قطع تعلق صرف اس بات پر کر لیا کیونکہ انھوں نے اپنے فرقے سے باہر شادی کی۔ لیکن ایک لفظ جو ان سب نے مشترکہ طور پر بچپن میں یا بڑے ہونے کے بعد سُنا ہے، وہ ہے 'کافر'۔

میری ایک دوست نے بتایا کہ جب وہ دوسری جماعت میں تھیں تب ہی اُن سے ان کے عقیدے کے متعلق سوال ہونا شروع ہو گئے تھے۔

'مجھ سے بچپن میں میری دوست نے پوچھا کہ کیا تم لوگ گھوڑے کی پوجا کرتے ہو؟ اس وقت میرے پاس جواب نہیں تھا۔ لیکن پہلی بار یہ احساس ہوا تھا کہ میں شاید باقی لوگوں سے مختلف ہوں۔ ہچکچاہٹ تو نہیں لیکن تھوڑا سا عجیب لگتا تھا، اتنی ذاتی بات کسی کو بتاتے ہوئے کہ میری شناخت کیا ہے۔'

ان کے لیے کراچی میں بڑا ہونا مشکل نہیں تھا۔ بینش کے لیے مشکل مرحلہ بڑے ہونے کے بعد شروع ہوا۔

’بچپن میں تو یہ تفریق پتا ہی نہیں تھی۔ 1990 کی دہائی میں ہمارے برابر والے گھر میں سُنّی لوگ رہتے تھے۔ وہ بھی اس لیے پتا چلا کیونکہ وہ نذر یا نیاز نہیں کھاتے تھے۔ لیکن جب میری امّی شدید بیمار ہوئیں، تو سب سے پہلے اُنھیں کے گھر سے کھانا آیا اور مدد کی گئی۔‘

’اب بڑے ہونے کے بعد یہ ہوا کہ میں نے اپنی پسند سے شادی کی، اور مسلک پوچھے بغیر کی۔ مجھے اپنے گھر والوں کو منانا بھی نہیں پڑا۔ لیکن اب میرے گھر والے مجھ سے بات نہیں کرتے کیونکہ میں نے سنّی لڑکے سے شادی کی ہے۔ اور اب یہ حال ہے کہ میری چھوٹی بیٹی اپنے نانا اور نانی کو نہیں جانتی۔ جبکہ میرے شوہر کے گھر والوں نے میرا بہت خیال رکھا ہے۔‘

بینش نے کہا کہ انھیں 2015 میں گھر ڈھونڈنے کے دوران کافی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ’میں جہاں بھی فون پر بتاتی تھی کہ میری شناخت کیا ہے۔ تو مجھے کہا جاتا تھا کہ نہیں آپ کو گھر نہیں دے سکتے کیونکہ آپ لوگ مجلس کریں گے۔‘

کوئٹہ سے تعلق رکھنے والی والی لڑکی نے بتایا کہ ’میرا بچپن یہ پوچھتے ہوئے گزرا ہے کہ آج کتنے لوگوں کو مارا گیا ہے؟ اور جس دن نہیں مارا جاتا تھا تو وہ دن سکون سے گزر جاتا تھا۔‘

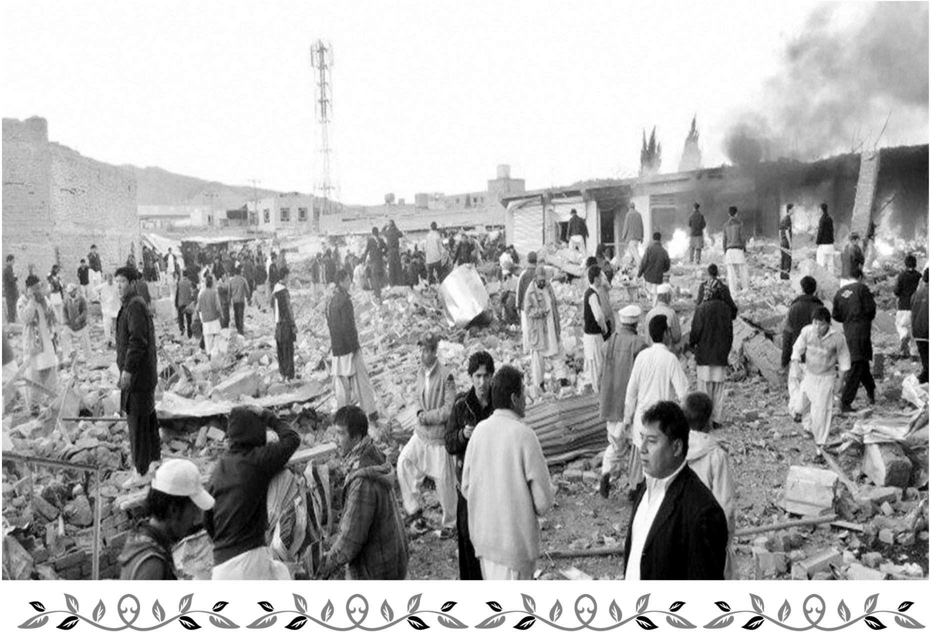

2011 کے حملوں کے بعد ان کے دوست ان سے ملنا کم کر چکے تھے۔ ’میں جہاں بھی جاتی تھی مجھے خود پر نظریں جمی ہوئی محسوس ہوتی تھیں۔ مجھے کہا گیا کہ آپ کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے کیونکہ آپ کی وجہ سے ہم بھی نشانہ بنیں گے۔‘ لاہور سے تعلق رکھنے والی میری ایک دوست نے بتایا کہ انھوں نے اپنے بڑوں سے سُنا ہے کہ پہلے زمانے میں حالات بہت اچھے تھے۔ ’ہمیں بتایا جاتا ہے کہ لوگ موچی دروازے اور لاہور کے دیگر مقامات پر مل جل کر عاشورہ اور محرم کے لیے تیاریاں کیا کرتے تھے۔‘

ان اچھے حالات کا حوالہ کئی جگہوں پر کئی لوگوں نے دیا ہے۔

اگر مان لیا جائے کہ حالات اچھے تھے، تو خرابی کب پیدا ہوئی؟

ماضی میں بیشک پاکستان میں سماجی ہم آہنگی رہی ہے لیکن کچھ بڑے واقعات بھی رونما ہوئے ہیں جن کے نتیجے میں اُس وقت مسلک پرستی اور نفرت آمیز گفتگو کو فروغ ملا۔‘ 1963 میں خیر پور کے ٹھیڑی گاؤں میں ہونے والے فسادات سب کے سامنے ہیں۔ انگریزوں کے برِصغیر سے جانے اور تقسیم کے بعد دونوں فرقوں کے درمیان حالات اتنے اچھے نہیں رہے ہیں۔ وقتاً فوقتاً ٹینشن رہی ہے خاص طور سے عاشورہ اور دیگر مواقعوں پر صورتحال کشیدہ ہوتی رہی ہے چاہے پاکستان میں ہو یا خطے کے دیگر علاقوں میں جس کا اثر یہاں بھی محسوس کیا گیا

ہے۔' صحافی نے ایشیا اور مشرقِ وسطیٰ کے ایک پروگرام میں ایک لیکچر کے دوران پاکستان میں فرقہ واریت اور اس سے جڑے حالات کو کچھ یوں بیان کیا تھا۔ ' پاکستانی اپنے ملک میں جاری فرقہ وارانہ واقعات کی حقیقت کو ماننے سے انکاری ہیں۔ لیکن پاکستان کی قومی شناخت کے کچھ اسباب متنازع ہیں۔' انھوں نے کہا کہ ' پاکستان بنیادی طور پر فرقہ پرست ملک نہیں ہے۔ پاکستان میں شیعہ اور سنّی ایک دوسرے سے نفرت نہیں کرتے۔ اور اب تک جتنے بھی فسادات ہوئے ہیں وہ کچھ شہروں کے مخصوص حصوں تک محدود رہے ہیں جیسا کہ کراچی، کوئٹہ، اور پنجاب اور خیبر پختونخوا کے کچھ علاقے۔' فرقہ پرستی پر یقین نہ رکھنے والا ملک فرقہ واریت اور اس کے نتیجے میں ہونے والے فسادات کا حصّہ کیسے بنا؟ جب پاکستان مشرقِ وسطیٰ میں ہونے والی فرقہ وارانہ جنگ کے لیے ایک الگ 'میدانِ جنگ' کے مقام کے طور پر استعمال ہونا شروع ہوا۔ ایک میرے ایک دوست لیکچر کے دوران کہا کہ 1947 کے بعد پاکستانی رہنما جن شخصیات کو مثالی گردانتے رہے وہ نا صرف ہندو مخالف تھے بلکہ شیعہ مخالف بھی تھے۔' ایسے لوگوں کی قومی سطح پر پذیرائی کی گئی جو فرقہ وارانہ سوچ کے حامی تھے۔ 1979 کے ایرانی انقلاب سے پہلے پاکستان میں رہنے والے شیعہ ایران کے انقلابی اور شدت پسند نظریے پر کسی قسم کے ردعمل کا اظہار نہیں کرتے تھے۔' بلکہ زیادہ تر شیعہ عالم عراق کے شہر نجف میں تعلیم حاصل

کرنے کو ترجیح دیتے تھے اور اس کے نتیجے میں ان کے خیالات اور رائے ایران کے آیت اللہ خمینی کے نظریات سے خاصے مختلف تھے۔' ایک دوست نے بتایا کہ 'معاملات تب بگڑے جب ایران کا انقلاب پاکستان میں چند افراد کے لیے مشعلِ راہ بنا۔ اور خطے میں سعودی عرب اور ایران کی فرقہ وارانہ سیاست اور فسادات کے نتیجے میں پاکستان کو بارہا بطورِ 'میدانِ جنگ' استعمال کیا جاتا رہا۔ اور یہ فرقہ وارانہ فسادات ایک 'مسلط کی گئی جنگ' کا نتیجہ ہیں۔' اس سوچ اور اس کے نتیجے میں ہونے والے فساد کے بارے میں میری ایک

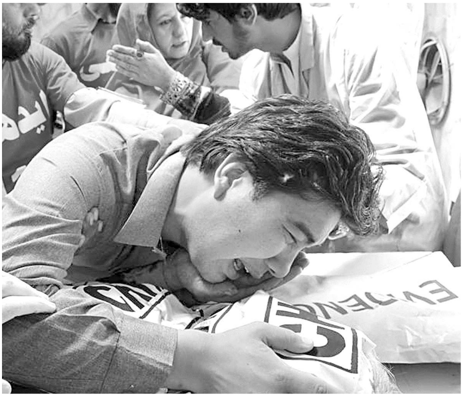

سہیلی نے کہا کہ 'کبھی دوستوں کے ساتھ مذاق میں، میں بھی کہہ دیتی ہوں کہ 'کافر، کافر، شیعہ کافر' لیکن سچ یہ ہے کہ یہ سُننا اچھا نہیں لگتا۔ مجھے پتا ہے کہ اس کا ہماری ذات اور ہمارے وجود پر کتنا گہرا اثر پڑ سکتا ہے۔' سہیلی نے کہا کہ 'ہم صدیوں پرانی جنگ اور خیالات کو ایک دن یا ایک بلاگ لکھ کر ختم نہیں کر سکتے لیکن بات چیت کر سکتے ہیں۔ ہم سے سوال پوچھیں لیکن ہمارے جواب سمجھنے کی کوشش بھی کریں۔' 'میرے زیادہ تر دوست سنّی ہیں اور ہم اس بات کی پرواہ نہیں کرتے کہ کس کا مذہب اور فرقہ کیا ہے۔ ریاست آپ کو کہہ دے گی کہ انھوں نے کئی ہزار نفرت سے لیس کتابوں کو جلا دیا ہے۔' لیکن آپ ذہنیت اور نظریے کو نہیں جلا یا تباہ کر سکتے۔ اس پر بات چیت کرنے سے ہی کچھ ہو سکے گا۔' جبکہ مرضیہ نے کہا کہ 'اتنا کچھ ہونے کے باوجود ہم اب بھی کہتے ہیں کہ آئیں اور بات کریں۔ طالب بن کر سوچیں نہ کہ طالبان بن کر۔'

پاکستان میں شیعہ سنی فسادات کا خطرہ

پاکستان میں انسانی حقوق کے کارکنوں نے ملک میں شیعہ مسلمانوں کے خلاف حالیہ کچھ عرصے میں مسلسل سخت گیر موقف کے حامل سنی گروہوں کی جانب سے بیان بازی پر شدید تشویش ظاہر کی ہے۔

پاکستان میں انسانی حقوق کے کارکنان کی جانب سے کہا گیا ہے کہ حالیہ کچھ عرصے میں ملک بھر میں توہین مذہب سے متعلق کیسز میں اضافہ دیکھا گیا ہے اور ان میں زیادہ تر میں شیعہ مسلمانوں پر الزامات عائد کیے گئے ہیں۔ پاکستان میں شیعہ مسلمانوں کو انتہا پسند سنی گروہوں کی جانب سے ان دنوں شدید دباؤ کا سامنا ہے۔

توہین مذہب کے الزامات

انسانی حقوق کی تنظیموں کے مطابق صرف اگست کے مہینے میں پاکستان میں توہین مذہب کے کم از کم 40 مقدمات درج کروائے گئے۔ ملک کے خودمختار انسانی حقوق کمیشن کے مطابق زیادہ تر مقدمات شیعہ مسلمانوں کے خلاف درج کروائے گئے، جن میں الزام عائد کیا گیا کہ انہوں نے اپنے مذہبی اجتماعات میں توہین مذہب کا ارتکاب کیا ہے۔

جمعے کے روز ملک کے جنوبی شہر اور تجارتی مرکز کراچی میں سنی تنظیموں کی جانب سے ایک بہت بڑی ریلی نکالی گئی۔ اس ریلی

میں ہزاروں افراد شریک ہوئے اور شیعہ مخالف نعرے لگائے گئے، جن میں شیعہ کافر تک کے نعرے شامل تھے۔

ایران اور سعودی عرب

گو کہ اسلام کے اعتبار سے شیعہ اور سنی تنازعہ صدیوں پرانا ہے، تاہم ایران میں انقلاب اور پھر ایران اور سعودی عرب کے درمیان کشیدگی کے تناظر میں پاکستان میں انیس سو اسی کی دہائی میں شیعہ سنی کشیدگی اپنے عروج پر دیکھی گئی تھی۔ سنی گروہوں کا الزام ہے کہ شیعہ اپنے اجتماعات میں پیغمبر اسلام کے چند قریبی ساتھیوں کی توہین کرتے ہیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ گزشتہ ایک دہائی میں پاکستان میں عسکریت پسند سنی گروہوں کی جانب سے شیعہ مسلمانوں پر حملوں میں شدت دیکھی گئی ہے۔

تشدد کا خوف

شیعہ مسلمانوں کے خلاف توہین مذہب کے بڑھتے الزامات کے تناظر میں خدشات ظاہر کیے جارہے ہیں کہ پاکستان فرقہ ورانہ تشدد کی جانب بڑھ سکتا ہے۔ ''کشیدگی میں یہ غیر معمولی اضافہ ہے۔ ہمیں خدشات ہیں کہ ملک میں فرقہ ورانہ تشدد میں اضافہ ہوسکتا ہے۔''

انسانی حقوق کی تنظیموں نے حکومت پر بھی تنقید کی ہے کہ وہ فرقہ ورانہ نظریات کی حامل تنظیموں کی سرگرمیاں روکنے کے لیے کافی اقدامات نہیں کر رہی ہے۔ ان تنظیموں میں بعض پاکستانی حکومت کی جانب سے کالعدم قرار دی گئی تنظیمیں بھی

Thank You for previewing this eBook

You can read the full version of this eBook in different formats:

- HTML (Free /Available to everyone)
- PDF / TXT (Available to V.I.P. members. Free Standard members can access up to 5 PDF/TXT eBooks per month each month)
- Epub & Mobipocket (Exclusive to V.I.P. members)

To download this full book, simply select the format you desire below

Free-Ebooks.net